جلد ۵ | ۲۲-دسمبر ۱۹۱۷ء | شنبہ | مطابق ۶ ربیع الاوّل ۱۳۳۶ھ | نمبر ۵۰

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بخیر وعافیت ہیں نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ مرزا غلام اللہ صاحب جو ایک مخلص اور پکے احمدی تھے۔ ۱۸- دسمبر کو مختصر سی علالت کے بعد فوت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ قادیان کے باشندے اور حضرت مسیح موعود کے پرانے صحابہ میں سے تھے اپنے دل میں سلسلہ کی سچی محبت اور جوش رکھتے تھے اکثر نمازوں اور جمعہ کے دن بیماروں و دیگر قسم کے ابتلاؤں وغیرہ میں پھنسے ہوئے احباب اور احمدیت کی اشاعت کے لئے دعاؤں کی تحریک کرتے رہتے تھے۔

احباب ان کا جنازہ غائب پڑھیں۔ اور دعائے مغفرت کریں۔

پیام صلح خواجہ حسن نظامی کی تائید میں

اس بات میں اب کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہگیا کہ غیر مبائعین ہماری مخالفت اور دشمنی میں اس قدر بڑھ گئے ہیں۔ کہ اگر کوئی بڑے سے بڑا مخالف بھی ہمیں مخاطب کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ پر حملہ آور ہوتا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کے ساتھ زبان طعن دراز کرتا ہے۔ تو وہ اس کی تائید اور مدد کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ مخالف حق حضرت مسیح موعود کے متعلق زہر اگلنے۔ اور آپ کے سلسلہ کے خلاف اپنی قوت صرف کرنے کے لئے ہمیں اپنا نشانہ بناتا ہے۔ اس وقت تک اس قسم کے کئی ایک واقعات گذر چکے ہیں۔ جن کے بیان کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔ البتہ ایک تازہ مثال پیش کر کے ہم ان غیر مبائع دوستوں سے جن کے دل میں حضرت مسیح موعود کی عزت اور حرمت جاگزیں ہے گذارش کرتے ہیں۔ کہ وہ دیکھیں کہ ان کے رہنما انھیں کس طرف لے جا رہے ہیں۔ اور ان کے دل میں سلسلہ احمدیہ کے خلاف کیسے جذبات اور خیالات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

حال میں خواجہ حسن نظامی صاحب نے سلسلہ احمدیہ کے خلاف ایک نہایت گندہ مضمون لکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود کی شان میں بہت سخت الفاظ استعمال کئے اور چونکہ ان کے نزدیک حضرت مسیح موعود کے اصل مسلک پر چلنے والی وہی جماعت ہے۔ جس کے امام اور پیشوا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود کے متعلق گندہ دہنی کا ثبوت دینے کے بعد نظامی نے

آپ کی نسبت بھی بیہودہ سرائی کی جس کا مفصل جواب اور مکمل جواب گذشتہ پرچہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی قلم سے شائع ہو چکا ہے۔ پیام صلح نے اس بات کی بالکل کوئی پروا نہ کرتے ہوئے۔ کہ خواجہ حسن نظامی صاحب یہ گندہ مضمون حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے خلاف نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف لکھ رہے ہیں۔ ان کے مضمون کا آخری حصہ نہ صرف شائع کر دیا۔ بلکہ اس کے متعلق ایک تائیدی نوٹ بھی لکھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سمجھدار غیر مبائعین کی طرف سے اس پر حسرت و ملامت کا اظہار کیا گیا ہے۔ جس پر پیام کو اپنے ۱۲۔ دسمبر کے پرچہ میں عذر گناہ کرنا پڑا ہے۔ لیکن یہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے جیسا کہ ہم ابھی دکھائیں گے۔ خواجہ صاحب کے اس مضمون کو شائع کرنے کے متعلق پیام یہ عذر پیش کرتا ہے کہ

"یہ مباہلہ کا چیلنج میاں صاحب کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ سمجھنا غلط ہے کہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی کی صداقت کا اس سے فیصلہ ہوگا"

ممکن ہے یہ الفاظ ان لوگوں کو غلطی میں مبتلا کر سکیں جنہوں نے خواجہ صاحب موصوف کے سارے مضمون کو نہیں پڑھا۔ اور صرف اسی حصہ کو پڑھا ہے۔ جو پیام نے نقل کیا ہے۔ لیکن جن کی نظر سے وہ سارا مضمون گذر چکا ہے۔ وہ سمجھ سکتے ہیں کہ خواجہ صاحب کا یہ چیلنج حضرت میاں صاحب کی ذات سے ہرگز ہرگز تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی کے متعلق ہے۔ اور آپ کو صرف اس لئے چیلنج دیا گیا ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے قائم مقام اور آپ کے سلسلہ کے امام ہیں۔ ورنہ اگر یہ چیلنج صرف حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ذات کے متعلق ہوتا۔ اور حضرت مسیح موعود کے دعاوی سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوتا تو چاہئے تھا کہ خواجہ حسن نظامی صاحب اپنے مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب نہ کرتے۔ اور نہ ہی آپ کے متعلق اس قدر گندہ دہنی کا ثبوت دیتے۔ بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو مخاطب کرتے۔ اور کہتے کہ حضرت مرزا صاحب کے دعاوی پر تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ البتہ آپ نے چونکہ ان کے خلاف نئے عقائد پیش کرنا شروع کر دیئے ہیں اس لئے میں آپ کو چیلنج دیتا ہوں لیکن خواجہ صاحب موصوف کے تمام مضمون میں اس مطلب کا ایک فقرہ چھوڑ ایک لفظ بھی نہیں پایا جاتا۔ بلکہ ان کے پیش نظر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذات ہے۔ اور آپ ہی کے اس مصرعہ کو کہ ع

صد حسین است در گریبانم

اس قسم کا چیلنج دینے کی وجہ قرار دیا ہے۔

باقی رہا یہ کہ خواجہ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو کیوں چیلنج دیا ہے۔ اور کیوں آپ کے متعلق لکھا ہے کہ

"دیکھو بہت آسان بحث ہے۔ بہت جلدی ہندوستان کی ایک مصیبت ختم ہو جائیگی۔ جو تمہارے وجود سے پیدا ہو گئی ہے"

اس کے متعلق ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ چونکہ ان کے نزدیک حضرت مسیح موعود کے اصل دعاوی کو ماننے اور ان کی اشاعت کرنے والی جماعت کے آپ ہی امام ہیں۔ اس لئے آپ ہی کو چیلنج دیا ہے۔ اور غیر مبائعین ان کے نزدیک ایسے نہیں ہیں۔ بلکہ ان کو حضرت مسیح موعود سے برگشتہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کو چیلنج نہیں دیا۔ اس کا ثبوت خواجہ صاحب کے اس خط سے بھی ملتا ہے۔ جسے پیغام صلح نے بڑے فخر اور ناز کے ساتھ شائع کیا ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں کہ

"۲۰۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۶ھ کو بمقام اجمیر شریف میاں محمود احمد صاحب سے میرا مباہلہ ہے جس میں یقیناً وہ قوت حق سے مغلوب ہو کر رحلت فرما جائیں گے۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی وفات کے بعد قادیان کا مرکز جنگ نابود ہو جائیگا اور آپ کا کام حقیقی پیام صلح یا مقام صلح بن جائیگا۔ بشرطیکہ آپ الفاظ سے آگے بڑھکر معناً بھی صلح و آشتی سے زندہ رہنا۔ اور زندہ رہنے دینا چاہیں"

یہ بھی الفاظ بتا رہے ہیں۔ کہ خواجہ صاحب کو (آتش بدہن او) قادیان کے مرکز کے نابود ہو جانے پر غیر مبائعین سے کیا امیدیں ہیں۔ اور انکے کام کو وہ "حقیقی پیام صلح" کس طرح سمجھتے ہیں۔ یہ تو صاف بات ہے کہ حضرت مسیح موعود کے دعوے کو پیش کرنا خواجہ صاحب کے نزدیک "حقیقی پیام صلح" نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایسا کرنے والے تو ان کے نزدیک "مرکز جنگ" میں رہنے والے ہیں۔ پس ان کے نزدیک جو کچھ "پیام صلح" ہے۔ وہ یہی ہے کہ یہ لوگ مسیح موعود کو بالکل چھوڑ چھاڑ کر خواجہ صاحب کے ہمنوا ہو جائیں۔ اور اس قطع تعلق کو نہ صرف لفظوں تک ہی محدود رکھیں جیسا کہ خواجہ صاحب کو اقرار ہے۔ بلکہ معناً بھی ان سے صلح و آشتی پیدا کر لیں۔

پس جن لوگوں کے متعلق خواجہ صاحب کی ایسی امیدیں وابستہ ہوں ان کو وہ کس طرح چیلنج دے سکتے تھے چیلنج تو انھیں کو دینا تھا۔ جو حضرت مسیح موعود کے پیرو اور آپ کے دعاوی پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ کیونکہ ان کو حضرت مسیح موعود اور آپ کے سلسلہ سے پرخاش ہے۔ نہ کہ ان سے جو اپنی بدقسمتی سے اس سلسلہ سے الگ ہو رہے ہیں۔

ایسی صورت میں پیام کا یہ کہنا کہ خواجہ صاحب کا چیلنج میاں صاحب کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ سمجھنا غلط ہے کہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی کی صداقت کا اس سے فیصلہ ہوگا حد درجہ کی نادانی یا دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے۔

کاش یہ لوگ کچھ تو عقل و خرد سے کام لیتے۔ اور مخالفت میں اس قدر نہ بڑھ جاتے کہ سلسلہ احمدیہ کے بدترین مخالفین کے ساتھ مل کر ہم پر حملہ آور ہوتے۔

کیا ہم سمجھدار غیر مبائعین سے اس بات کی امید رکھیں کہ وہ پیام صلح اور اس کے چلانے والوں کے اس طرز عمل سے علی الاعلان اظہار نفرت کر کے حضرت مسیح موعود اور سلسلہ احمدیہ کی اس محبت اور الفت کا ثبوت دیں گے جس کا انھیں دعویٰ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الفضل
قادیان دارالامان ۲۲- دسمبر ۱۹۱۷ء

جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مرکز قادیان دارالامان میں جو سالانہ اجلاس ہوتا ہے۔ اس کی غرض و غایت دنیا کے تمام جلسوں اور اجتماعوں سے نرالی مگر اعلیٰ ہے۔ یہ اجتماع دنیا کی مادی اور سفلی اغراض کی بنا پر نہیں۔ بلکہ اس کی غایت اور مقصود دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی سبق دینا ہے۔ اس لئے یہ اجتماع خدا تعالےٰ کے زندہ نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایسے اسباب کا پیدا ہو جانا جو تمام دنیا کو ایک شہر کے حکم میں کر دینے والے ہوئے۔ ایک زبردست نشان ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لوگوں کا اجتماع بجائے خود ایک مستقل نشان ہے۔ واذا نفخ فی الصور فجمعنا ہم جمعا۔ اس پر قرآنی شہادت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب کہ وہ دنیا میں اس نام سے ظاہر نہ ہوا تھا۔ اور دنیا اس سے ناواقف محض تھی۔ یہ بشارت بطور نشان کے دی۔

وسع مکانک یاتون من کل فج عمیق

کہ تو اپنے مکانوں کو وسیع کر۔ تیرے پاس دور دراز سے لوگ آئیں گے۔ اگرچہ اس بشارت کا نظارہ ساکنان قادیان ہر روز دیکھتے ہیں۔ لیکن اس نشان کی پوری عظمت اور شوکت کا خاص نظارہ سالانہ جلسہ پر ہوتا ہے۔ جبکہ ہر حصہ ملک سے مختلف طبقوں کے لوگ مختلف زبانیں بولنے والے انسان خدا کے فرستادہ کے تختگاہ میں جمع ہوتے ہیں۔ اور

ہر آنے والا خدا کی ایک آیۃ و نشان بن جاتا ہے

پس کیا ہی مبارک ہیں وہ وجود جو خدا تعالیٰ کی اس بشارت کے پورا کرنے والے ٹھہرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ کا ایک نشان ہوتے ہیں۔ جب کہ خدا تعالےٰ کے پیارے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام نے لوگوں کو اس اجتماع کے لئے پکارا۔ اسی ساعت اور گھڑی سے یصدون عن سبیل اللہ کے مصداق لوگوں نے دنیا کو روکنا چاہا۔ اور مختلف حیلوں اور طریقوں سے منع کیا۔ یہاں تک کہ آنے والوں پر کفر کے فتاوی اور ہتھیاروں سے حملہ کیا گیا۔ مگر جس قدر مخالفت کی اسی قدر یہ نشان اپنی پوری شان اور شوکت سے پورا ہوا۔ چنانچہ گذشتہ چوتھائی صدی سے زائد زمانہ کی تاریخ اس پر گواہ ہے۔ اور ہزاروں لاکھوں انسان ان مخالفتوں والے۔ اور مخالفین کو ناکام اور نامراد ہوتے ہوئے دیکھنے والے موجود ہیں۔

احمدی جماعت (جو خدا تعالےٰ کے فرستادہ کی آواز پر اخلاص اور ارادت کے ساتھ جمع ہوئی تھی) نے ہمیشہ اپنے عمل سے دکھایا کہ قادیان کی کشش کوئی مادی اغراض اپنے اندر نہیں رکھتی۔ بلکہ بہت سے مادی مفاد اور ہر قسم کے آرام و آسائش کو قربان کر کے یہاں آنے کو بھی انہوں نے خدا کے فضل کا نتیجہ قرار دیا اور کبھی وہ اس امر کی محتاج نہیں پائی گئی کہ اس اجتماع کے لئے تحریکات لازمی سمجھی گئی ہوں

ہم جانتے ہیں احمدی احباب سالانہ جلسہ کے لئے دن اور گھڑیاں گنتے رہتے ہیں۔ کیونکہ یہ اجتماع ان کے لئے بہت سے فضلوں اور برکتوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے وصال اور مرفوع ہونے کے بعد مخالفین کا خیال تھا کہ یہ سلسلہ (خاک بدہن شاں) مٹ جائیگا۔ لیکن خدا تعالےٰ نے اپنی قدرت کا ثبوت دیا۔ اور قدرت ثانی کے مظہر اول حضرت خلیفہ اول کو کھڑا کر کے جماعت کو ان کے ہاتھ پر جمع کیا اور سالانہ اجتماعوں کی شان پہلے سے زیادہ بڑھ گئی۔ کیونکہ صداقت کے لئے یہ لازمی امر ہے کہ وہ مخالفت اور مشکلات میں اور بھی چمکتی ہے۔ حضرت خلیفہ اول کی وفات کے بعد وہ آندھی آئی جس کی خبر پہلے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا سے اطلاع پا کر دیدی ہوئی تھی۔ اس میں بعض بڑے بڑے درخت گر گئے۔ اور ایک نیا فتنہ پیدا ہو گیا۔ اور یہ ضروری تھا کیونکہ اب جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ قوم کو متحد کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اس کو بیس برس پیشتر اولوالعزم قرار دیا گیا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود نے اس کے مراتب اور فضائل کو خدا سے اطلاع پا کر قبل از وقت شائع کر دیا تھا۔ پس اس کے عہد میں مخالفت عظیمہ کا ہونا لازمی تھا۔ کیونکہ یہی مخالفت اور عداوت۔ یہی روک اس کی اولوالعزمی کی مثبت ٹھہرنے والی تھی۔ پس جماعت خوب جانتی ہے کہ کس طرح اہم اپنوں نے بیگانے ہو کر اس پر تیر چلائے۔ جماعت کو پراگندہ کرنے کے لئے ہر قسم کی تدبیریں کیں۔ کہیں مدینۃ المسیح جدید کھڑا کیا۔ کہیں مسجد اقصیٰ کے مقابلہ میں مسجد ضرار قائم کرنی چاہی۔ اور سلسلہ کے غیر فانی مرکز قادیان پر ہر طرح سے حملہ کیا۔ اور ابھی تک اپنی کوششوں میں سرگرم ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ نے جس قوم کو اخلاص اور یقین کے مقام پر کھڑا کیا ہو۔ جس نے اپنی آنکھوں سے خدا کے نشانات کو دیکھا ہو ایسی باتیں اس کی راہ میں روک کا موجب نہیں ہوتی ہیں۔ بلکہ وہ انہیں اپنے باغ میں کھاد سمجھتی ہے۔ چنانچہ گذشتہ تین سال کے جلسوں نے دشمنوں کی کمر کو توڑ دیا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ جماعت اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکی ہے۔ بلکہ اس کو ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ مخالفتیں ہوتی رہیں گی۔ دشمن اپنی ناکامیوں اور حسرتوں میں مرتے رہیں گے۔ لیکن ہمارا کام مردوں کو زندہ کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو اطراف و اکناف عالم میں پہنچانا ہے۔ اور اس نشان کا خیر مقدم کرنا ہے۔ جبکہ مغربی قومیں نیازمندی اور اخلاص کے ساتھ اس سلسلہ کو قبول کریں گی۔ یہ کام بہت عظیم الشان ہے۔ اس کے لئے ہر قسم کی متحدہ کوششوں کی ضرورت ہے اور اس اتحادی کوشش کے لئے سب سے پہلا قدم یہی ہے کہ سلسلہ کے مرکز کے ساتھ ہمارے تعلقات مضبوط ہوں اور سلسلہ کے ماتحت جو کام حضرت اولوالعزم خلیفۃ المسیح کی ہدایتوں کے ماتحت ہو رہے ہیں۔ ان سب کو دلچسپی اور وقعت ہو۔ اس کے لئے خدا تعالےٰ کے فرستادہ حضرت

مسیح موعود علیہ السلام نے خدا کی وحی کے ماتحت یہ سالانہ اجتماع قائم کیا ہے۔

پس احمدی قوم کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ جس حال میں بھی ہو۔اس اجتماع میں شریک ہو۔اس سے نہ صرف یہ عزت ملیگی کہ وہ یاتون من کل فج عمیق کے وقت خود ایک آیۃ اللہ ہوگا۔ بلکہ وہ ان برکتوں اور فضلوں سے حصہ لینے والا ہوگا۔جو اجتماع سے مخصوص ہیں۔اسے کونوا مع الصادقین پر عمل کرنے کی توفیق ملیگی۔ اور حضرت امام خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ کے حضور عرض حال اور دعاوں کی تحریک کے لئے موقع ملیگا۔

قادیان میں بار بار آنا ضروری ہے۔لیکن جو لوگ بعض اسباب کی وجہ سے بار بار نہیں آسکتے ان کو یہ موقعہ ہرگز ہاتھ سے نہیں دینا چاہئیے۔اس عظیم الشان اجتماع کے وقت جماعت کے اطراف عالم سے آنے والے احباب سے ملاقات اور تعارف کا نہایت بہترین موقعہ ملتا ہے۔اور پھر اس تعلق اور تعارف سے وہ مفاد حاصل ہوتے ہیں جو اس مختصر اعلان میں ظاہر نہیں کئے جاسکتے۔مومن کے دو دن برابر نہیں ہوتے۔بلکہ وہ ہر روز ترقی کرتا ہے۔پس ترقی کرنے والی قوم کو اپنے اعمال سے دکھا دینا چاہئیے کہ وہ ایک بڑھنے والی جماعت ہے۔پس تمام احمدی انجمنوں کے سکرٹری اور پریسیڈنٹ صاحبان کا فرض ہے۔کہ وہ اپنے اپنے علاقہ میں لوگوں کو سلسلہ کے مرکز میں جمع ہونے کی تحریک کریں۔اور ان کے یہاں لانے کی پوری پوری کوشش کریں۔

ہر سال کے جلسہ میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔اور تجربہ نے بتادیا ہے۔کہ احباب اس میں پوری دلچسپی لیتے ہیں۔گذشتہ سال جلسہ ایک دن پہلے شروع کیا گیا تھا۔اس سال ۲۷۔دسمبر ۱۹۱۷ء سے شروع ہوگا۔اس لئے ۲۷۔دسمبر کی صبح تک ان تمام دوستوں کو جو ملازمت پیشہ ہیں۔قادیان پہنچ جانا چاہئیے۔اور دوسرے لوگ جو ملازمت پیشہ نہیں وہ ۲۴ دسمبر ۱۹۱۷ء کی شام تک قادیان پہنچ جاویں۔

جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔ہر شخص کو اپنا بستر ساتھ لانا چاہئیے اور اس پر اپنے نام کا چٹ لگا دینا ضروری ہے۔جس پر پورا پتہ ہو تا کہ بٹالہ سٹیشن پر جبکہ استقبالی جماعت کے کارکن بستروں کی قادیان کی روانگی کا انتظام کریں۔تو انھیں سہولیت ہو۔

غرض جو ہدایات پہلے سے ان امور کے متعلق ہیں۔ان کو خوب یاد رکھنا چاہئیے۔اور ان پر پورا عمل ہو۔کیونکہ انتظامی سہولیت اسی عمل پر موقوف ہے۔آخر میں ایک بات اور لکھکر اس اطلاع کو ختم کردیا جاتا ہے۔ہم لوگ جو خدا تعالےٰ کے محض فضل وکرم سے اس سلسلہ میں داخل ہیں اپنے ذمہ تبلیغ کا ایک اہم فرض رکھتے ہیں۔یہ سالانہ اجتماع اپنے دوستوں رشتہ داروں میں تبلیغ کے لئے بہترین موقعہ ہے پس ہر ایک شخص اپنے غیر احمدی واقفوں۔رشتہ داروں کو ضرور ساتھ لاوے۔تاکہ وہ خدا تعالےٰ کے قائم کردہ سلسلہ کے مرکز میں آکر دیکھیں کہ جو باتیں انھوں نے مخالفین اور دشمنان سلسلہ کے منہ سے سنی ہیں۔وہ کیا حقیقت رکھتی ہیں۔کیونکہ ان جھوٹے الزامات کی اصلیت انھیں معلوم ہوجائے گی۔ایسا ہی اپنے ان بچھڑے ہوئے بھائیوں کو بھی ساتھ لانے کی کوشش کریں۔جو کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوکر اس وجود سے الگ ہیں۔جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے ایک امان ہے۔اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ڈھال پکارا گیا ہے۔خوب یاد رکھو کہ خدا تعالےٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہ دنیا کو دین واحد پر جمع کرے۔اور یہ اجتماع اسی سلسلہ کے ذریعہ سے ہوگا۔جسے خدا تعالیٰ نے اسی مقصد کے لئے قائم کیا ہے۔پس انسان وحیران کسی حال میں بھی ہو۔اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دو۔زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔کون جانتا ہے کہ اگلے سال زندہ رہیگا۔اور اسے یہ موقعہ پھر ملیگا۔اس لئے میرے دوستو اٹھو اور کمریں کس کر دیار محبوب کی طرف روانہ ہونیکا تہیہ کرو۔میں پھر یاد دلاتا ہوں۔کہ ۲۴۔دسمبر ۱۹۱۷ء کی شام یا ۲۷۔دسمبر ۱۹۱۷ء کی صبح تک قادیان پہنچ جانا ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ تمھیں توفیق دے۔اور وہ اپنے فضل وکرم سے عافیت وصحت کے ساتھ لاوے۔اور اپنے فضلوں کا وارث کرے۔آمین

نظم

یار وفادار

از جناب محمد نواب خاں صاحب ثاقب

جستجو دل کو فقط یار وفادار کی ہے۔
اک ذراسی نہ طلب سبحہ و زنار کی ہے

گبر تو آتش سوزاں میں ہوا خاک سیاہ
اور ادھر حالت بد شیخ سیاہ کار کی ہے

فکر آزادی جاوید میں دل رہتا ہے
زیست کس زغہ میں اس مرغ گرفتار کی ہے

ایک عالم کو رُلاتا ہے انا الحق گویاں
فکر منصور محبت کو فقط دار کی ہے

ترا مطلوب ہے وہ جسمیں ہو حسن جاوید
دید منظور فقط ایسے ہی رخسار کی ہے

آب رنگ گل گلزار کہیں قائم ہی نہیں
منتظر آنکھ کسی اور ہی گلزار کی ہے

جس کے پھولوں میں بہار آکے گئی اور نہ جلئے
برگ نازک میں نہ کاوش نہ خلش خار کی ہے

وہ بھی کیا یار ہے جو دم میں فنا ہو جائے
ہاں بقا ایک صفت حسن کے معیار کی ہے

یار اپنا وہ مسیحا ہے کہ جس کے لب میں
قوت و راحت جان اس دل بیمار کی ہے

ہم نے دیکھا تھا جسے اب وہی آنکھوں میں
اور بھی تیز نظر چشم رہ یار کی ہے۔

ہم میں اعجاز نبوت ہے کلام محمود
شوکت اس دم میں مسیحا کی ہی گفتار کی ہے

وہ اولوالعزم کہ جو عزم کیا ہوکے رہا
سب روش اس کی اسی یار کی رفتار کی ہے

احمدی لاکھوں ہوں خواجہ کا گروہ اس کا دکیں
سعی بے فائدہ یہ مجلس اغیار کی ہے

ہو نہ مستعد خاص ہو کب احمد کا ٭ یہ جماعت تو فقط احمد مختار کی ہے۔ || قدرداں میرے سلامت رہیں ثاقب ورنہ ٭ قدر محمود اولوالعزم کو اشعار کی ہے۔

خطبہ جمعہ

اشاعت اسلام کیلئے زندگی وقف کرنے کی تحریک

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرمودہ ۷- دسمبر ۱۹۱۷ء

سورہ فاتحہ کے بعد آیہ شریفہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون الی المنکر واولئک ھم المفلحون پڑھی - اور فرمایا

میں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں - اس وقت جو مسلمانوں کی حالت ہو رہی ہے - اور جس طرح وہ محتاج ہیں کہ ان کی دینی تربیت کیجائے - اور اسلام جن مشکلات سے گذر رہا ہے - اور احمدیہ جماعت کا جو فرض ہے - وہ بیان کیا تھا آج میں اس انتظام اور طریق عمل کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں - جس کے ذریعہ ہمارا یہ فرض آسانی کے ساتھ پورا ہو سکتا ہے۔

ہمارے کام کی اہمیت

اس میں کوئی شک نہیں - کہ جو کام ہمارے سامنے ہے - اس کی اہمیت اور شوکت کا اندازہ لگانا انسانی طاقت سے بالا ہے - کس قدر تاریکی کی طاقتیں ہمارے مقابلہ میں کام کر رہی ہیں - جو نور کو مٹا دینا چاہتی ہیں - ہمیں جس قدر علم و واقفیت سے ہو سکتا ہے - وہ ہمیں ہشیار کر دینے کے لئے کافی ہے - ہمارے مقابلہ والے تعداد کے لحاظ سے - علوم کے لحاظ سے - جو ظاہر سے تعلق رکھتے ہیں - مال کے لحاظ سے غرض کسی حیثیت سے بھی دیکھا جائے - دشمنوں کے مقابلہ میں ہماری کوئی حیثیت ہونا تو الگ رہا ہم کوئی جماعت کہلانے کے بھی مستحق نہیں - پھر اربوں آدمی ہیں جنہیں ہم کو اسلام سکھانا اور اس کی حقیقت بتانی ہے - پھر جو ہمارے مقابلہ میں مال خرچ ہو رہے ہیں - ان کا اندازہ بھی مشکل ہے -

ساٹھ کروڑ روپیہ عیسائیت کی تبلیغ میں صرف ہوتا ہے - اور ستر ہزار عیسائی مشنری دنیا میں کام کر رہا ہے - اور صرف انہی مشنریوں پر ہی ان کی تبلیغ کا دائرہ ختم نہیں ہو جاتا - بلکہ اور بھی بہت سے طریق ہیں جن کے ذریعہ عیسویت کی تبلیغ کی جاتی ہے - کالج بنائے گئے ہیں - سکول کھولے گئے ہیں - ہسپتال قائم کئے گئے ہیں - ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں کتب شائع کی جاتی ہیں - یتیم خانے بنائے گئے ہیں - اگر ان تمام اخراجات کو نظر انداز کر کے صرف ستر ہزار مبلغوں کی تنخواہوں کا ہی اندازہ کیا جائے - اور اوسط تنخواہ سو روپیہ ماہوار فرض کی جائے - تو نظام دکن کی آمدنی جتنا ان کا صرف مبلغوں کا ہی خرچ ہوگا - اور جو دوسری مدات میں صرف ہوتا ہے - وہ ۶۰ کروڑ سے کیا کم ہوگا -

اس کے مقابلہ میں ہمارے لئے جو سامان ہیں - وہ گویا کچھ بھی نہیں - اگر ہماری جماعت تکلیف برداشت کر کے اپنی ساری آمدنیوں کو بھی دیدے - تو بھی اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی - ہماری تو وہی مثل ہے - یک انار و صد بیمار - کسی طبیب کو تو ایک انار کی موجودگی میں سو بیمار کی شکایت کرنا پڑی تھی لیکن یہاں تو ایک انار اور کروڑہا بیمار کا معاملہ ہے -

کام کرنے کی تدبیر

جب صورت حال یہ ہو تو کوئی ایسی تجویز سوچنا چاہئے - جس سے ہمارا فرض عمدگی سے ادا ہو جائے اور یہ صاف بات ہے - کبھی کوئی کام اس وقت تک عمدگی سے نہیں ہو سکتا - جب تک کہ تدبیر کے ساتھ اس کے تمام پہلوؤں پر غائر نظر کر کے دیکھ نہ لیا جائے -

پس سب سے پہلے دیکھنا یہ چاہئے کہ تبلیغ اسلام کے راہ میں روکیں کیا ہیں - اور سامان کیا ہیں پھر ہم آسانی کے ساتھ اندازہ لگا سکتے ہیں - کہ کس طرح اور کس طریق سے ہمیں کام کرنا چاہئے - یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دنیا میں محض طاقت سے کام نہیں ہو سکتا جب تک کہ طاقت کے ساتھ تدبیر اور انتظام نہ ہو - دو پہلوان کشتی لڑتے ہوں - ان میں جو طاقتور ہونے کے ساتھ داؤں پیچ سے بھی واقف ہوگا - وہی کامیاب ہوگا پھر جنگ میں طاقت کا دخل بہ نسبت تدبیر کے بہت کم ہے - جرمن سلطنت مال و ملک و افواج کے لحاظ سے ہماری گورنمنٹ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں - مگر چونکہ وہ ایک عرصہ سے تدبیر میں لگی ہوئی تھی - اس لئے اب تک وہ مقابلہ کر رہی ہے

پس اگر ہم اپنا سارا زور خرچ کریں لیکن انتظام کے ساتھ نہ کریں - تو ہم کامیاب نہیں ہو سکتے - اس لئے ضرورت ہے کہ ہماری ساری طاقتیں جمع کی جائیں اور ان کو بہتر سے بہتر طریق کے ساتھ چلایا جائے تاکہ ان طاقتوں سے اس قدر کام نہ لیا جائے - کہ پائے غرفہ ٹوٹ جائیں - چھت تب ہی قائم رہتی ہے جب کڑیوں پر زیادہ بوجھ نہ ہو -

فوری مدد دہی کی ضرورت

ہمارا دشمن ظاہری ساز و سامان کے لحاظ سے ہر طرح ہم سے بڑھا ہوا ہے - مگر دیکھئے چاروں طرف سے آوازیں آ رہی ہیں - اسلام میں ارتداد بڑھتا چلا جاتا ہے - اب اگر ہم سب طرف توجہ کریں تو اس ہردلعزیز والا معاملہ ہوتا ہے جو دریا کے کنارے - لوگوں کو پار اتارنے کے لئے بیٹھا رہتا تھا - وہ ایک شخص کو جب سوار کر کے لیجاتا - تو دوسرا آواز دیتا کہ جلدی کرنا مجھے پار لیجانا - وہ یہ سنکر پہلے کو دریا میں ہی چھوڑ آتا - اور دوسرے کے لینے کے لئے آجاتا - تاکہ اس کی ہردلعزیزی قائم رکھے - اور اس طرح سب کو ہلاک کر دیتا تھا - لیکن ہم کسی طرف بھی توجہ نہ کریں تو یہ ہو نہیں سکتا -

اس وقت بعض مقامات ایسے ہیں کہ جہاں ہم ایک روپیہ خرچ کر کے جو کام کر سکتے ہیں - وہ بعد میں دس لاکھ روپیہ خرچ کر کے بھی نہیں کر سکتے - اس لئے دنیا کے سارے مقامات کو جانے دو - مگر ان مقامات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا - جو زیادہ محتاج اصلاح ہیں - اور زیادہ خرچ بھی نہیں چاہتے - لیکن اب تک ایسے مقامات

جن میں واقعی ضرورت ہے۔ ان میں سے بھی سواں حصہ نہیں جس کی طرف ہم توجہ کر سکتے ہیں۔

کیا غیر ہمیں مدد دے سکتے ہیں

ہماری جماعت پر دن بدن بوجھ بڑھ رہا ہے۔ اور بعض کمزور طبائع ہیں۔ جو اس بوجھ کو نہیں برداشت کر سکتیں۔ لیکن اگر موجودہ طریق کو کتنا بھی بڑھا دیا جائے۔ تب بھی اس عظیم الشان کام کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ جو ہمارے پیش نظر ہے اس وقت ہماری حالت تو یہ ہے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔

میں تبلیغ کے مسئلہ پر بہت غور کرتا رہا ہوں اس سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے موجودہ طرز تبلیغ کے خاطر خواہ نتائج نہیں نکل سکتے ہیں میں جانتا ہوں کہ اگر موجودہ چندہ دینے والے دگنے بھی ہو جائیں تو بھی اس طریق پر کام خاطر خواہ نہیں ہو سکتا۔

غیروں سے تو ہم روپیہ نہیں مانگ سکتے۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ کہ جب ہم ان کے خیالات کو مٹانا چاہتے ہیں۔ تو انہیں سے مدد مانگیں۔ اور وہ ہماری مدد کریں۔ ہم ان کے غلط عقائد کی بنیادوں کو گرانا چاہتے ہیں۔ پھر ہماری غیرت کیسے تقاضہ کر سکتی ہے کہ انہیں سے جا کر سوال کریں۔ اور دنیا میں اس طرح کب ہوا ہے کہ کوئی کسی کو کہے کہ میاں چھری لانا۔ میں تیرے بیٹے کو ماروں۔ وہ لوگ تو اپنے غلط عقائد کو صحیح سمجھتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی خلاف اسلام کیوں نہ ہوں۔ مثلاً ان کا یہ خیال کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ (نعوذ باللہ) ایسی نہیں کہ جس سے کوئی کامل انسان پیدا ہو سکے۔ پھر ان سے یہ بھی توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اس حصہ میں ہی ہماری مدد کر سکیں۔ جو ان میں اور ہم میں مشترک ہے۔ کیونکہ وہ اگر ایسے ہوتے تو مسیح موعود کے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ لیکن مسیح موعود کا آنا بتاتا ہے کہ وہ دین کی خدمت کرنے کے لائق نہیں رہے تھے۔ اور یہ کام مسیح موعود کی جماعت کے ہی سپرد ہوا ہے۔ اور میں نے بتایا تھا کہ ہماری غریب جماعت جس قدر روپیہ محض تبلیغ اسلام کے لئے خرچ کرتی ہے۔ سارے مسلمان باوجود اپنی بڑی تعداد کے اتنا روپیہ اس غرض کے لئے نہیں خرچ کرتے۔ یہ لوگ کالج قائم کرتے ہیں لیکن ان میں بجائے دیندار لڑکے پیدا ہونے کے ایسے تیار ہوتے ہیں۔ جو دین سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں پس ہم ان پر امید ہرگز نہیں رکھتے۔ اور نہ رکھ سکتے ہیں۔ فقط ہماری تو امید اللہ پر ہی ہے۔

لیکن ہمارے موجودہ ذرائع کافی نہیں۔ اور ان ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے۔ جو ہمیں درپیش ہیں۔ پس ایسے ذرائع سوچنے چاہئیں۔ جن سے جماعت پر بوجھ بھی نہ بڑھے۔ اور ہم اپنے فرض کو بھی پورا کر سکیں

پہلے اسلام کس طرح پھیلا

میں نے اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے تاریخ اسلام پر خوب نظر کی ہے۔ تو معلوم ہوا ہے کہ بعض ذرائع ایسے ہیں۔ جن پر اس وقت تک عمل نہیں ہوا اسلام دنیا میں اس طریق سے نہیں پھیلا جس طریق پر ہماری تبلیغ ہو رہی ہے۔ پھر کونسا طریق تھا جس کو اسلام دنیا میں پھیلا۔ یہ تو نہیں تھا کہ تمام دنیا پر آسمان سے ایک آواز آگئی تھی۔ کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے ہیں۔ اس پر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ بلکہ اس وقت بھی اسلام کوشش اور سعی سے ہی پھیلا تھا۔ اور اب بھی اسی طرح پھیلے گا۔ لیکن وہ طریق دیکھنے چاہئیں جو اس وقت استعمال کئے گئے تھے۔ ہماری جماعت کے موجودہ چندہ کو خواہ کتنا بڑھا دیا جائے کتاب پر کتاب شائع کی جائے۔ تب بھی ہم تمام تبلیغی ضروریات کے مطابق کامیاب نہیں ہو سکتے۔

اب سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کا کیا طریق تھا جس سے تمام دنیا میں اسلام پھیل گیا۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ طریق تبلیغ ہمارے صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم کا طریق تھا۔ ہندوستان میں اسلام حکومت کے ذریعہ نہیں پھیلا۔ بلکہ حکومت کے آنے سے صدیوں پہلے اسلام ہندوستان میں آچکا تھا حضرت معین الدین چشتی کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ ہوئی۔ پھر قطب الدین بختیار کاکی۔ فریدالدین شکر گنج۔ نظام الدین صاحب اولیاء یہ لوگ ملک کے مختلف گوشوں میں پھیل گئے۔ اور خدا کے دین کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ یہ لوگ تنخواہ دار نہیں تھے۔ بلکہ انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔ کچھ حصہ دن میں اپنا کام کرتے تھے اور باقی وقت دین کی اشاعت میں صرف کرتے تھے۔ یہی حال دوسرے ممالک کا ہے۔ وہاں بھی حکومت کے ذریعے اسلام نہیں پھیلا۔ بلکہ ایسے ہی لوگوں کے ذریعہ پھیلا ہے

اب کس طرح اسلام پھیل سکتا ہے

پس یہ وہ طریق ہے جس کے ذریعہ اسلام نے دنیا میں ترقی کی تھی۔ اور جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی پسند فرمایا تھا۔ حضرت صاحب کے وقت اس مسئلہ پر غور کیا گیا تھا۔ اور اس کے قواعد بنانے کے لئے سید حامد شاہ صاحب کو مقرر فرمایا تھا۔ سید صاحب نے جو قواعد مرتب کر کے دیئے تھے۔ وہ حضرت صاحب نے مجھ کو دیکھنے کے لئے دیئے تھے۔ کہ درست ہیں یا نہیں۔ تو میں نے عرض کیا تھا کہ درست ہیں۔ حضرت صاحب نے بھی ان کو پسند کیا تھا۔ ان قواعد پر عمل کرنے کے لئے تجویز ہوا تھا۔ کہ دوستوں کو اپنی زندگیاں وقف کرنی چاہئیں۔ تاکہ سلسلہ پر ان کا کوئی بوجھ نہ ہو۔ اور وہ خود محنت کر کے اپنا گذارہ بھی کریں۔ اور اسلام کی اشاعت میں بھی مصروف رہیں۔ اور وہ ایک ایسے انتظام کے ماتحت ہوں۔ کہ ان کو جہاں چاہیں جس وقت چاہیں بھیج دیں۔ اور وہ فوراً چلے جائیں۔ .... ان تجاویز کو حضرت صاحب نے پسند فرمایا تھا۔ اس وقت کچھ لوگوں نے اپنی زندگی وقف بھی کی تھی۔ مگر پھر معلوم نہیں کہ کیا اسباب ہوئے کہ وہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا۔ ابتدائے اسلام میں ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام ایسے ہی لوگوں کے ذریعہ پھیلا۔ وہ لوگ چند آدمیوں کی جماعت بن کر مختلف اضلاع میں چلے جاتے تھے۔ اپنے گھر بار چھوڑ دیتے تھے اور بال بچوں سمیت جدھر حکم ہوتا تھا۔ چل کھڑے ہوتے تھے۔ یہی وہ روح تھی۔ جس نے اسلام کو ابتداء میں پھیلایا۔

اور یہی وہ روح ہے جو حقیقی اسلام کی روح ہے۔ ابتداء میں تبلیغ کا یہی رنگ تھا۔ اور طریق بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے اس کو پسند فرمایا ہے۔ اور یہی وہ طریق ہے جس کے ذریعہ ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جب تک کام اس طرح نہیں ہوگا۔ وہ کام انجام نہیں پائیگا۔ جو ہمارے پیش نظر ہے

اپنی زندگی وقف کرو

پس ہمارے دوست اپنی زندگیاں وقف کریں۔ اور مختلف پیشے سیکھیں۔ پھر ان کو جہاں جانے کے لئے حکم دیا جائے وہاں چلے جائیں۔ اور وہ کام کریں جو انہوں نے سیکھا ہو کچھ وقت اس کام میں لگے رہیں۔ تاکہ ان کے کھانے پینے کا انتظام ہو سکے۔ اور باقی وقت دین کی تبلیغ میں صرف کریں۔ مثلاً کچھ لوگ ڈاکٹری سیکھیں۔ کہ یہ بہت مفید علم ہے بعض طب سیکھیں۔ اگرچہ طب جہاں ڈاکٹری پہنچ گئی ہے کامیاب نہیں ہو سکتی۔ مگر ابھی بہت سے علاقے ایسے ہیں۔ جہاں طب کو لوگ پسند کرتے ہیں۔ اسی طرح اور کئی کام ہیں۔ ان تمام کاموں کے سیکھنے سے ان کی غرض یہ ہو کہ جہاں وہ بھیجے جائیں وہاں خواہ ان کا کام چلے یا نہ چلے۔ لیکن کوئی خیال ان کو روک نہ سکے۔ یہ ہونا چاہئے کہ مثلاً کوئی شخص ہے جو اپنی زندگی وقف کر چکا ہے۔ اس کو کسی ایسی جگہ بھیجا ہوا ہے جہاں اس کی طب وغیرہ چل نکلی ہے۔ اس حالت میں اس کو حکم ملتا ہے۔ کہ اس جگہ کو چھوڑ دو۔ اور فلاں جگہ چلے جاؤ۔ اسے فوراً تیار ہو جانا چاہئے۔ تو خواہ زندگی وقف کرنے والے کا کسی جگہ کتنا ہی کام کیوں نہ پھیلا ہوا ہو۔ جب اس کو حکم ملے کہ فلاں جگہ جاؤ تو اس کو فوراً اس کام سے دست بردار ہونا پڑیگا۔ کیونکہ یہ کام اس نے اپنے منافع کے لئے شروع نہیں کیا تھا بلکہ دین کی خاطر شروع کیا تھا۔ اور اب دین کی ضروریات اس کو وہاں سے ہٹا کر کہیں اور بھیجنا چاہتی ہیں۔ اس لئے اس کو تامل نہیں ہونا چاہئے۔ اسی طرح ڈاکٹری۔ نجاری۔ معلمی ہے۔ غرض مختلف پیشے ہیں جو ہر جگہ کام دے سکتے ہیں۔ اگر اس طریق کو اختیار نہ کیا جائے تو ہم کبھی ساری دنیا میں تبلیغ نہیں کر سکتے۔ عیسائی باوجود کروڑہا روپیہ خرچ کرنے کے ساری دنیا کی تبلیغ کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکے۔ تو ہم کیسے لے سکتے ہیں۔ عیسائیوں میں بھی اس طریق پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور ان میں بہت سے لوگوں نے ہسپتال اور مدرسہ وغیرہ کھول رکھے ہیں۔ وہ اپنا خرچ خود اٹھانے کے علاوہ اپنی تمام آمدنی بھی مشن میں خرچ کرتے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد کے لحاظ سے ایسے لوگ بہت کم ہیں

میرے دل میں مدت سے یہ تحریک تھی لیکن اب تین چار دوستوں نے باہر سے بھی تحریک کی ہے کہ اسی رنگ میں دین کی خدمت کی جائے جس میں اس خطبہ کے ذریعہ یہاں کے دوستوں اور باہر کے دوستوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ دین کے لئے جوش رکھنے والے بڑھیں۔ اور اپنی زندگیاں وقف کریں۔ جو ابھی تعلیم میں ہیں۔ اور زندگی وقف کرنا چاہتے ہیں۔ وہ مجھ سے مشورہ کریں کہ کس ہنر کو پسند کرتے ہیں۔ تا ان کے لئے اس کام میں آسانیاں پیدا کی جائیں۔ لیکن جو فارغ التحصیل تو نہیں لیکن تعلیم چھوڑ چکے ہیں۔ وہ بھی مشورہ کر سکتے ہیں۔

خوب سوچ کر قدم بڑھاؤ

میں جانتا ہوں کہ بعض لوگ جوش میں آکر اس وقت کہہ دیں گے۔ اور اپنی زندگیاں وقف کر دیں گے۔ مگر وہ نبھا نہیں سکیں گے۔ اس لئے جہاں میں یہ کہتا ہوں کہ زندگیاں وقف کرو۔ وہاں یہ بھی کہتا ہوں کہ خوب سوچ سمجھ کر اس راہ میں قدم رکھو کیونکہ یہ اقرار کرنا پڑیگا کہ ہم اپنی زندگیوں سے دست بردار ہو گئے۔ بعض عزیزوں۔ رشتہ داروں کی طرف سے مشکلات پیدا کی جائیں گی یا اپنا نفس ہی پیچھے ہٹنے کے لئے کہیگا۔ پس خوب سوچ کر وعدہ کے بعد اس راہ میں قدم رکھو۔ پھر یہ بھی اقرار کرنا پڑیگا۔ کہ جہاں اور جس جگہ چاہو بھیج دو ہمیں انکار نہیں ہوگا۔ اگر ایک منٹ کے نوٹس پر بھی ان کو بھیجا جائیگا تو ان کو جانا پڑیگا۔ اگرچہ یہ بہت بڑا کام اور بہت بڑا ارادہ ہے۔ مگر اس کے انعامات بھی بہت بڑے ہیں۔ اگر کسی کو ایک جگہ ہزار روپیہ بھی آمدنی ہوگی تو اس کو چھوڑنا پڑے گا۔ اور ایسی جگہ جانا ہوگا جہاں صرف دس روپیہ ملنے کی امید ہوگی اور آباد علاقوں کو چھوڑ کر جنگلوں کے سفر میں جانا پڑیگا۔ شہروں کو چھوڑ کر گاؤں میں رہنا پڑے گا۔

خطرناک موسم ان کو اس ارادہ سے روک نہ سکیں جنگیں ان کے لئے رکاوٹ کا موجب نہ ہوں۔ دشوار گذار راستے ان کو بزدل نہ کر دیں۔ بیوی بچوں کے تعلقات ان کے عزم کو ڈھیلا نہ کر سکیں۔ وہ چاہیں تو بیوی بچوں کو ساتھ لیجائیں یا کہیں رکھیں۔ مگر یہ نہیں ہوگا کہ کہیں کہ ہم ان سے علیحدہ نہیں ہو سکتے پس جو ان تکالیف کو برداشت کریں گے۔ خدا ان کی مدد کرے گا۔ اور ان کو بڑے بڑے انعامات کا وارث بنائیگا۔

پس جو اپنے آپ کو پیش کریں۔ وہ سوچ سمجھ کر پیش کریں۔ یہ کام بڑی بڑی قربانیاں چاہتا ہے۔ جو لوگ تعلیم کی عمر کو گذار چکے ہیں۔ وہ اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اور جو کوئی ہنر بھی جانتے ہیں۔ ان کو اس وقت بھیجا جا سکتا ہے۔ اور جو طالب علم ہیں وہ تیار ہو سکتے ہیں۔ اور مجھ سے مشورہ کر سکتے ہیں کہ کونسا کام سیکھیں۔ اگر ہمیں ۲۰۔۳۰ آدمی بھی ایسے ملجائیں تو موجودہ تبلیغ سے کہیں بڑھ کر تبلیغ ہو سکتی ہے۔ اور ایسے نتائج پیدا ہو سکتے ہیں جو آج تک کی کامیابیوں سے بہت بڑھ کر ہونگے۔ جب تک ایسے انسان نہیں ہونگے کام بخوبی نہیں ہو سکیگا۔ کچھ دوستوں نے اپنے بچوں کو دین کے لئے وقف کیا ہے۔ نہیں معلوم وہ بچے بڑے ہو کر کیا پسند کریں گے۔ لیکن ماں باپ کو تو اپنی نیت کا ثواب مل چکا ہے۔ پس جو لوگ اپنے بچوں کو وقف کرنا چاہیں۔ وہ پہلے قرآن کریم حفظ کرائیں۔ کیونکہ مبلغ کے لئے حافظ قرآن ہونا نہایت مفید ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر بچوں کو قرآن حفظ کرانا چاہیں تو تعلیم میں حرج ہوتا ہے۔ لیکن جب بچوں کو دین کے لئے وقف کرنا ہے

تو کیوں نہ دین کے لئے جو مفید ترین چیز ہے وہ سکھائی جائے جب قرآن کریم حفظ ہو جائیگا۔ تو اور تعلیم بھی ہوسکیگی میرا تو ابھی ایک بچہ پڑھنے کے قابل ہوا ہے۔ اور میں نے تو اُس کو قرآن شریف حفظ کرانا شروع کرا دیا ہے۔ ایسے بچوں کا تو جب انتظام ہوگا۔ اس وقت ہوگا۔ اور جو بڑی عمر کے ہیں وہ آہستہ آہستہ قرآن حفظ کرینگے لیکن جو زندگی وقف کرنا چاہتے ہیں مجھ سے مشورہ کریں کہ کونسا پیشہ سیکھیں گے۔ پھر ان کے متعلق وہ پہلو اختیار کیا جائیگا۔ جو زیر نظر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کے لوگوں کو توفیق دے کہ وہ قربانیاں کریں۔ اور ان کے اعمال۔ افعال۔ عقائد۔ خدا ہی کی رضا کے ماتحت ہوں تاکہ اس کے فضلوں کے وارث ہو جائیں۔

قبولیت دعا کا دوسرا ایڈیشن

خدا تعالیٰ کے فضل اور اسی کی توفیق سے یہ بے نظیر رسالہ اب دوسری بار چھپا کر احباب کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اس کے پہلے ایڈیشن کو جس شوق اور قدر دانی کی نظر سے دیکھا گیا تھا۔ اس کا ثبوت اس سے مل سکتا ہے۔ کہ چند ہی ماہ میں وہ ختم ہو گیا تھا۔ مگر مانگ برابر جاری رہی جسے پورا کرنے کے لئے یہ دوسرا ایڈیشن شائع کیا جاتا ہے امید ہے کہ منتظر احباب اسے ہاتھوں ہاتھ حاصل کر کے تیسرے ایڈیشن کے انتظار کی زحمت سے بچ جائیں گے۔

جن احباب کی نظر سے یہ رسالہ گذر چکا ہے۔ اور انھوں نے اس میں درج شدہ طریقوں پر عمل کیا ہے۔ وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ انہیں کس قدر فائدہ پہنچا ہے۔ پس دیگر احباب کو بھی اس سے مستفید ہونے سے محروم نہ رہنا چاہیئے اس کے علاوہ یہ رسالہ سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ اس لئے اسے اپنے غیر احمدی دوستوں میں بھی تقسیم کرنا چاہیئے۔ امید ہے احباب اس غرض کیلئے اس کی متعدد کاپیاں حاصل کرینگے بالآخر میں اس تحفۂ بے بہا کو دوسری دفعہ پیش کرتا ہوا محض احباب کرتا ہوا التجا کرتا ہوں کہ جو صاحب اس سے مستفیض ہوں وہ میرے لئے بھی دین و دنیا میں کامیاب و بامراد ہونے کی دعا فرماویں کچھ بعید نہیں کہ ان کی دعا قبول ہو کر میرا بیڑا بھی پار ہو جاوے۔

خاکسار غلام نبی (بلانوی) ایڈیٹر الفضل۔

ایک لڑکی کا نکاح ایک شریف گھرانے کی لڑکی کے لئے ایک ایسے شریف احمدی لڑکے کی ضرورت ہے۔ جس کی عمر زیادہ سے زیادہ بائیس سال اور آمدنی کم از کم ساٹھ ستر روپے ماہوار ہو۔ کشمیری اقوام کے [illegible] لڑکی کی عمر [illegible] سال ہے۔ خط و کتابت [illegible]

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام (۵۳۶) پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا